© rasailojaraid.com

علی گڑھ مسلم یونیورسٹی

اسلامیانِ ہند کا تہذیبی ورثہ

(۶)

از:- سعید احمد اکبر آبادی

آج علی گڑھ مسلم یونیورسٹی جس چیز کا نام ہے معنوی اور بنیادی اعتبار سے تین چیزیں اس کے عناصر ترکیبی ہیں (۱) تعلیم (۲) تہذیب (۳) سیاسیات۔" سیاسیات پر ہم ایک جامع گفتگو اس وقت کریں گے جب موجودہ ایکٹ ۱۹۷۲ء زیر گفتگو آئے گا۔ اس وقت تذکرہ اس درسگاہ کے تہذیبی کردار اور اس کی روایات کا چل رہا ہے اور چونکہ نواب وقار الملک اس سلسلۂ طلائی کے آخری مگر نہایت اہم کڑی ہیں جنھوں نے کالج کے تہذیبی اور اسلامی کردار کو نکھارا اس کو وسیع کیا اور مستحکم بنایا اور یہ سب کچھ اس لئے ممکن ہو سکا کہ بقول مولانا حبیب الرحمان خاں صاحب شیروانی کے خود نواب صاحب کی شخصیت اور ان کے اسلامی خصائل ملک وملت کے واسطے کامل رہنما ہیں " اس بنا پر مرحوم کے عہد سکریٹری شپ کا تذکرہ ہم ذرا کسی قدر تفصیل سے کریں گے اور اسی پر کالج کے تہذیبی اور اسلامی کردار کا باب ختم ہو جائے گا۔ اس کے بعد نظام تعلیم پر ایک جامع تبصرہ ہوگا۔

نواب وقار الملک کی شخصیت اس سے انکار نہیں کیا جاسکتا کہ نواب وقار الملک (مولوی حاجی مشتاق حسین صاحب) کی شخصیت بہت غیر معمولی اور عہد آفریں تھی، وہ سرسید

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اور نواب محسن الملک کی طرح تعلیم قدیم کی پیداوار تھے۔ لیکن قدرت نے ان کو دل اور دماغ کے ان اعلیٰ اوصاف کمالات سے نوازا تھا کہ ایک غریب گھرانہ میں پیدا ہوئے اور ایک بہت معمولی نوکری سے اپنی معاشی زندگی کا آغاز کرنے کے باوصف وہ بڑی تیز رفتاری سے ترقی کرتے چلے گئے، یہاں تک کہ اس زمانہ میں عہدہ و منصب اور تمی و ملی وجاہت کے اعتبار سے ایک مسلمان کے لئے جو سب سے بڑا اعزاز ہو سکتا تھا وہ ان کو حاصل تھا۔ چنانچہ حیدرآباد میں دولتِ آصفیہ کے ریونیو سکریٹری رہے۔ اس سے سبکدوش ہوئے تو علی گڈھ کالج اور آل انڈیا مسلم لیگ کے سکریٹری منتخب ہوئے اور جہاں کہیں رہے اور جو خدمت بھی انھوں نے اپنے ذمہ لی اس کو اس خوبی اور عمدگی سے انجام دیا کہ اس کا حق ادا ہو گیا۔

کالج سے ان کا تعلق کالج اور تعلیم جدید کے معاملہ میں وہ شروع سے سرسید کے رفیق اور شریک تھے اور چونکہ مذہب کے معاملہ میں وہ سخت کٹر اور متشدد تھے اس بنا پر عام مسلمانوں کی طرف سے سرسید پر جب اعتراضات یا ان کے مذہبی خیالات و افکار کے بارے میں شکوک و شبہات ظاہر کئے جاتے تھے تو ایسے مواقع پر سرسید نواب صاحب کی شخصیت کو ہی اپنے لئے بطور سپر استعمال کرتے تھے۔ چنانچہ ایک مرتبہ سرسید نے تہذیب الاخلاق میں لکھا: "منشی مشتاق حسین (نواب وقار الملک) کی ذاتی نیکی اور نہایت سخت دینداری، بے ریا عبادت، سچی خدا پرستی، غایت تشدد سے نماز اور روزہ اور احکام شریعت کی پابندی جو درحقیقت بے مثل ہے، اس لائق تھی کہ اگر ہماری قوم پر خدا کی خفگی نہ ہوتی تو اس سے مسلمانی کو فخر سمجھتے، مگر خدا نے ایسا اپنا غضب ہماری قوم پر نازل کیا ہے۔

(بحوالہ تذکرۂ محسن ص ۸۰)

سرسید سے غیر معمولی عقیدت و ارادت ان کو سرسید سے غیر معمولی محبت اور عقیدت و ارادت تھی سرسید کی عظیم شخصیت اور ان کی مخلصانہ جد و جہد کا دل سے اعتراف اور اس کی قدر کرتے تھے۔ لیکن جب ان کو سرسید کی کسی رائے یا عمل سے اختلاف ہوتا تھا تو اس کا اظہار بھی

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

لاگ لپیٹ کے بغیر بڑی صفائی اور جرأت سے کرتے تھے لیکن سچّے اور پکے مسلمان ہونے کے باعث وہ "جام وسندان باختن" کے ہنر سے واقف تھے، اختلاف کو ہمیشہ انھوں نے اختلاف کی حد تک رکھا، اس سے متجاوز ہو کر کبھی اسے خلاف نہیں بننے دیا۔ سرسید کو بعض اوقات ان کے اختلاف سے سخت اذیت ہوتی تھی۔ چنانچہ ایک مرتبہ اسی قسم کے ایک موقع پر جھنجلا کر نواب صاحب کو لکھتے ہیں :۔

"میں کامل یقین رکھتا ہوں اور پورے ایمان سے کہتا ہوں کہ تم نے غلطی کی۔ قیامت میں خدا کے سامنے کہوں گا کہ اے میرے دادا رسول اللہ! میں نے بغیر کسی غرض دینی و دنیوی کے تیری امت کی بھلائی کی کوشش میں کوئی درجہ باقی نہیں رکھا تھا، جن لوگوں نے اس کو برباد کرنا چاہا منجملہ ان کے ایک یہ نواب انتصار جنگ (وقار الملک) ہیں، آپ کہیں گے : میں نے نہایت نیک نیتی سے کہا تھا، خدا یقینی آپ کو معاف کریگا۔ گو میری اور میرے دادا کی تشفی نہ ہوگی۔ باللہ نہ ہوگی۔ تاللہ نہ ہوگی ثم باللہ نہ ہوگی، یہ میری رائے ہے آپ کی نسبت" [1]

لیکن ان پر اس خط کا کوئی اثر نہیں ہوا اور اپنی رائے پر قائم رہے، ایک اور موقع پر سرسید نے اسی قسم کا خط لکھا تو اس کے جواب میں کس جسارت اور بے باکی سے لکھتے ہیں :۔

---

[1] سرسید کے خطوط سے اندازہ ہوتا ہے کہ ذات کے سید ہونے کے باعث ان کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جو نسبی تعلق تھا اس پر ان کو نہ صرف فخر تھا بلکہ اکثر اس کا استحضار رہتا تھا۔ چنانچہ اس مکتوب میں بھی یہ بات ہے۔ خطوط کے علاوہ بعض تقریروں میں بھی انہوں نے اس کا اظہار کیا ہے اس کا مقصد تعلّی یا یارخوانی ہرگز نہیں بلکہ جس طرح بچہ کو تکلیف ہوتی ہے تو باپ اور ماں کو یاد کرتا ہے، اسی طرح سرسید کو جب کبھی کسی مخالفت کا یا پریشانی کا سامنا ہوتا ہے تو بے ساختہ حضور بے تنور یاد آتے ہیں۔ یہ امر حضور کے ساتھ غایت محبت کی اور عشق کی دلیل ہے۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

"آپ فرماتے ہیں کہ لوگ قوم قوم پکارتے ہیں، قوم کا نام انہوں نے کس سے سیکھا ہے؟ میں کہتا ہوں کہ آپ ہی سے یہ نام بھی سیکھا ہے اور آپ سے ہی یہ آزادی بھی سیکھی ہے، جو اتفاق وقت سے آپ ہی کے خلاف کام لائی جا رہی ہے" اور چونکہ وہ راستبازی سے کام میں لائی جا رہی ہے تو آپ کو خوش ہونا چاہیئے۔ یا کم از کم اس کی شکایت تو نہ کرنی چاہیئے"

اس کے بعد لکھتے ہیں:

"آپ کی فرمائش یہ ہے کہ تم حالات سے لاعلم بھی رہو اور رائے بھی دو۔ اور جو ہم کہتے ہیں اس کو مان لو یہ تو صرف نبی کا درجہ مذہبی معاملات میں ہے۔ اور آپ جو شرک فی النبوۃ کے ہمیشہ خلاف رہے ہیں۔ خدا کے لئے مجھ کو سمجھایئے کہ یہ شرک فی النبوۃ نہیں ہے تو اور کیا ہے"

پھر لکھتے ہیں:-

"خیر آپ جانیں اور آپ کا کام جانے، ہر ایک کو اپنی قبر میں علیحدہ علیحدہ جانا ہے، اگر آج میں آپ کی ناراضی کے خوف سے وہ رائے نہ دوں جس کو میں سمجھتا ہوں وہ قوم کا گناہ ہے تو کل خدا کے سامنے آپ میرے گناہ نہ بخشوائیں گے" (وقار حیات ص ۵۲۷)

اس نوع کے متعدد اور مختلف مکتوبات کے اقتباسات صرف اس غرض سے نقل کئے گئے ہیں کہ ان سے اندازہ ہوتا ہے کہ سرسید کے رفقاء یوں سب ہی ماشاء اللہ چندے آفتاب چندے ماہتاب تھے، لیکن ان میں بھی نواب وقارالملک کس آن بان اور شان کے بزرگ تھے۔ اپنی رائے میں اس درجہ متشدد۔ اس کے اظہار میں اس قدر جری اور بیباک، لیکن با اینہمہ اپنے قائد اور رئیس جماعت کا یہ ادب و احترام کہ (جیسا کہ، پہلے لکھا جا چکا ہے) ایک اعلیٰ دنیوی جاہ و منصب پر فائز ہونے کے باوجود مجمع عام میں سرسید

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کے سامنے اپنا گھٹا ہوا سر جھکائے کھڑے ہیں اور کہہ رہے ہیں: "سرکار! یہ سر حاضر ہے، جوتے ماریئے، لیکن بندہ کہے گا تو یہی کہ رائے آپ کی غلط تھی" یہ معمولی واقعہ نہیں یہ کیرکٹر۔ یہ محبت، تعظیم و تکریم اور ساتھ ہی فرض شناسی میں حسن توازن و اعتدال! کوئی شبہ نہیں کہ یہ غیر معمولی اخلاقی عظمت اور کیرکٹر کی دلیل ہے۔ ۱؎

۱؎ راقم الحروف نے علی گڑھ تحریک اور سرسید کا تھوڑا بہت مطالعہ پہلے بھی کیا تھا۔ چنانچہ اس موضوع پر بیرونی ممالک میں لیکچر دیئے ہیں اور بعض سمیناروں میں مقالات پڑھے ہیں۔ لیکن اس مضمون کے سلسلہ میں اب جو مزید مطالعہ کیا اور سرسید کے رفقاء اور ان کے ساتھیوں کے حالات اور کارنامے پڑھے تو ششدر و حیران ہو کر رہ گیا کہ اللہ اکبر! کس سیرت (CALIBRE) کے لوگ تھے۔ اگر نظر کو اور وسیع کیجئے تو آپ کو نظر آئے گا کہ ۱۸۵۷ء سے لے کر ۱۹۴۷ء تک مسلمانوں کا ایک عظیم دور نشاۃ ثانیہ کا ہے اس دور میں علماء، مشائخ۔ جدید تعلیم یافتہ گروہ میں۔ بیرسٹر۔ وکیل۔ اساتذہ۔ ماہرین تعلیم، ارباب سیاست، شعراء، ادباء، اصحاب صحافت و جرنلزم، ارباب صنعت و تجارت، رؤسا و امراء، یہاں تک کہ کھلاڑی اور پہلوان ان میں کوئی ایک طبقہ بھی ایسا نہیں ہے جس میں بڑے اور بلند پایہ لوگ نہ پیدا ہوئے ہوں۔ یہ سب اپنے پیشوں اور کاموں کے اعتبار سے مختلف تھے۔ لیکن ان میں ایک خاص قسم کی وضعداری۔ مروت و شرافت اور اسلامی اخلاق و کردار کی جھلک پائی جاتی تھی اور اس لئے سماج میں یہ حضرات الگ سے ممتاز تھے۔ غالباً یہ سب کچھ نتیجہ تھا اس زوال کا جو ۱۸۵۷ء میں اپنے نقطۂ عروج کو پہونچ گیا۔ مولانا سید مناظر احسن صاحب گیلانی رحمہ اللہ بات چیت میں کبھی کبھی بعض بڑی انتہا پسندانہ باتیں کہہ جاتے تھے۔ ایک مرتبہ مجھ سے فرمایا: میاں سعید! میرے نزدیک اکبر الہ آبادی اور اقبال قدرت کی طرف سے مسلمانوں کے لئے اس انحطاط کا بدل ہیں جو انہیں ۱۸۵۷ء میں پہونچا، اور در حقیقت یہ دونوں ہمارے انحطاط کا ایسا عظیم نعم البدل ہیں کہ اگر قدرت مجھ سے پوچھے کہ تم کیا چاہتے ہو؟ اپنی حکومت و سلطنت یا اکبر و اقبال تو میں صاف عرض کروں گا کہ اکبر و اقبال! بہرحال ضرورت ہے کہ کوئی ادارہ مسلمانوں کے اس عہد نشاۃ ثانیہ کی مفصل اور مبسوط تاریخ مرتب کرے، وہ اس عہد کی ایک نہایت سبق آموز اور ولولہ انگیز داستان ہوگی۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

حسن انتظام کی تین شرطیں عام اڈمنسٹریشن اور خصوصاً ایک کالج یا یونیورسٹی کے اعلیٰ انتظام اور اڈمنسٹریشن کے لئے تین شرطیں ضروری ہیں:

(۱) "منتظم کا کیرکٹر بے عیب اور بے داغ ہو۔ اس کے ظاہر و باطن اور اس کے قول و فعل میں تضاد اور تباین نہ ہو۔ جس چیز کا مطالبہ وہ دوسروں سے کرے وہ خود اس پر پوری طرح عامل ہو"

(۲) طلباء کا مکمل طور پر ہمدرد و بہی خواہ ہو، ان کو اپنی اولاد سمجھے اور اس لئے ان کے ہر قسم کے دکھ درد میں ان کا شریک اور ان کی فلاح و بہبود کی کوششوں میں سرگرم ہو۔

(۳) اصول و قواعد اور ڈسپلن کا سخت پابند ہو۔ جو معاملہ بھی پیش آئے اس پر ٹھنڈے دل اور طلباء کے ساتھ ہمدردی اور خیر خواہی کے جذبہ سے غور و خوض کرے اور جب کسی نتیجہ پر پہونچ جائے تو اس پر سختی سے قائم رہے اور کسی دباؤ یا لالچ سے اپنی رائے یا فیصلہ میں تبدیلی نہ کرے۔

اب اس نقطۂ نظر سے غور کیجئے تو ان میں سے وہ کونسی شرط ہے جو بکمال و تمام نواب صاحب میں موجود نہ ہوں جہاں تک ان کے ذہنی اور دماغی کمالات و اوصاف کا تعلق ہے۔ اس کا ثبوت اس سے زیادہ اور کیا ہو سکتا ہے کہ شروع میں دس روپے ماہوار کے ملازم ہوئے تھے۔ ترقی کرتے کرتے نظام گورنمنٹ کے ریونیو سکریٹری ہوئے اور تین ہزار روپیہ مشاہرہ پایا۔ پھر اس حیثیت سے موصوف نے مالیاتی بندوبست اور اس کے دستور و آئین میں اصلاحات کر کے ریاست کو جو فائدہ پہنچایا اور اس کو ترقی دی۔ خود نظام اور اس زمانہ کے بڑے بڑے انگریز عہدہ داروں نے اس کا کھلے دل سے اعتراف کیا ہے۔ اب شرائط سہ گانہ کو ملاحظہ فرمائیے:۔

صاف ستھری اور پاک زندگی نواب صاحب کی ضخیم سوانح حیات کا مطالعہ کیجئے، صفحات کے صفحات ان کی امانت و دیانت اور تقویٰ و طہارت کی مثالوں سے پر ہیں۔ یہاں مولانا

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

حبیب الرحمٰن خاں صاحب شیروانی کی جامع شہادت کا نقل کردینا کافی ہوگا۔ فرماتے ہیں :-

" قبل اس کے کہ وقار الملک مرحوم سے نیاز حاصل ہو ان کی دیانت و صداقت دل پر نقش ہو چکی تھی، سب سے اول نواب محسن الملک کے ہاں ملاقات ہوئی اور اسی موقع پر نماز مغرب ساتھ ساتھ ادا کی، اس کے بعد نواب صاحب کو بہت کچھ دیکھا۔ سکریٹری شپ کے زمانہ میں۔ تعلیمی اور سیاسی دونوں میدانوں میں ساتھ کام کرنے کی عزت حاصل ہوئی ۔ پاس رہنے کا اتفاق ہوا، حیدرآباد آکر ان کے متعلق اتنا سنا کہ اس سے زیادہ ممکن نہیں جتنا دیکھا، جتنا سنا، اسی قدر ان کی دیانت و صداقت کا نقش گہرا ہوتا گیا، یہ اوصاف خاص نتیجہ تھے مذہبی عقیدہ کی پختگی اور فرائض مذہبی کی پابندی کا"

(مقدمہ وقار حیات ص ۳)

آگے چل کر لکھتے ہیں :-

" اُن کی (نواب وقار الملک) زندگی کی کل جس طاقت سے چل رہی تھی اور چلتی رہی وہ ان کی مذہبی زندگی تھی، بچپن میں نماز کے گھر میں پابند تھے، بڑے ہوئے تو نماز کے پیچھے انگریزی ملازمت چھوڑ دی، حیدرآباد میں عروج کے دور میں شاہی اسپیشل ان کی نماز کے واسطے روکی گئی، علیٰ ہذا القیاس اس زندگی میں ان کی اولین سعادت یہ تھی کہ ان کے قلب نے قوت کے ساتھ صداقت ایمانی کو جذب کیا، اور یہ انجذاب تہہ تک پہونچا، اسی کا نام ہے قوتِ ایمانی، قوتِ ایمانی کو لازم ہے، پابندی ارکان اسلام، قوت ایمان اور پابندی ارکان کا نتیجہ تھی وہ پُر عظمت زندگی جس کا کارنامہ آپ کی آنکھوں کے سامنے ہے۔ (ص ۱۱)

طلبا کے ساتھ محبت | طلبا کے ساتھ ان کی محبت اور شفقت کا یہ عالم تھا کہ وقار حیات

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کے مصنف کا بیان ہے:۔

"نواب صاحب کی ہمیشہ سے یہ خصوصیت تھی کہ وہ طلبا کو نہایت عزیز رکھتے تھے اور ان کی فلاح و بہبودی اور اخلاقی اصلاح کے ملئے ہمیشہ مستعد رہتے تھے، طلبا کے ساتھ ان کی مہربانی محض ظاہری طرز عمل تک محدود نہ تھی، بلکہ وہ دل سے طلباء کی عزت کرتے تھے اور نہایت فراخدلی سے غیر مستطیع طلبا کی مالی اعانت بھی کرتے تھے۔ یہ اعانت عموماً خفیہ ہوتی تھی اور وہ کبھی کسی کے سامنے اس کا ذکر نہیں کرتے تھے۔ ہم کو بذات خود ایسے متعدد تعلیم یافتہ اصحاب سے واقفیت ہے جنھوں نے نواب صاحب کے وظیفہ سے تعلیم حاصل کی اور معزز عہدوں پر پہونچے"

اس کے بعد لکھتے ہیں:

"نواب صاحب کا زمانۂ سکریٹری شپ اس لحاظ سے بھی یادگار رہیگا کہ انہوں نے وظائف کی مد میں بے دریغ روپیہ خرچ کیا، اور انجمن القرض سے اصرار کرکے دلایا۔ وظائف کا اہتمام بجائے پرنسپل کے انہوں نے خود اپنے ہاتھ میں رکھا، جو صیغۂ راز میں تھا، وہ حتی الامکان یہ کوشش کرتے تھے کہ کسی کو یہ معلوم نہ ہو کہ کون کون طالب علم وظیفہ خوار ہیں"

اس سلسلہ میں ان کا جو ذاتی خیال تھا۔ اسے ایک مرتبہ انھوں نے اس طرح ظاہر کیا:۔

"کوئی قوم صرف اپنے دولتمندوں کی اولاد کو تعلیم دینے کے ذریعہ سے ترقی نہیں کر سکتی، یہی ہونہار نوجوان جن کے ماں باپ ان کی تعلیم کے مصارف برداشت نہیں کر سکتے قوم کے جسم میں ریڑھ کی ہڈی سمجھے جانے کے قابل ہیں، یہی ہونہار اور شریف نوجوان جو اس وقت افلاس کی مصیبت میں گرفتار ہیں اگر اپنے پیروں پر کھڑے ہو جانے کے قابل ہو جائیں تو انہی سے قوم ترقی کر سکتی ہے۔" (ص ۸۴۴)

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

طلبا کی عزت | محبت اور شفقت کے ساتھ طلبا کی عزت کرتے تھے، تاکہ ان میں عزت نفس اور خودداری پیدا ہو۔ صاحبزادہ آفتاب احمد خاں کا بیان ہے: "گو ہم بہت چھوٹے چھوٹے تھے۔ لیکن ہم کو اور خود اپنے بیٹے کو نواب صاحب مرحوم ہمیشہ "آپ" اور "جناب" کہہ کر خطاب کیا کرتے تھے"۔ نواب محسن الملک کی ایک لغزش پر ناراض ہو کر ایک مرتبہ انہوں نے کہا تھا:۔ "پہلے آپ خود اپنے بچوں کی عزت کیجئے، اس کے بعد دوسروں سے امید کیجئے کہ وہ بھی ان کی عزت کریں گے:۔" وہ چاہتے تھے کہ طلباء میں عزتِ نفس اور خودداری پیدا ہو اور ظاہری طور پر بھی وہ ایسے شکستہ حال نہ نظر آئیں کہ اپنا وقار قائم نہ رکھ سکیں، ایک دفعہ کسی شخص نے طنزاً ان کے سامنے کہا کہ بعض ایسے طلبا بھی وظیفہ مانگنے آتے ہیں جو سوٹ بوٹ سے آراستہ ہوتے ہیں، ان کو مدد نہ دیجائے۔ نواب صاحب کو یہ گفتگو ناگوار گذری، فرمایا:۔

"کیا آپ کا یہ مطلب ہے کہ ایسے طالب علم ہمارے سامنے ننگے یا چیھڑے لگائے ہوئے آئیں"۔

طلبا سے بے تکلف ملاقات | "نواب صاحب کا دروازہ طلبا کے لئے ہر وقت کھلا رہتا تھا، کسی وقت روک ٹوک نہ تھی، وہ خواہ کیسے ہی ضروری کام میں مصروف ہوں، اور کیسے ہی ذی رتبہ شخص سے ملاقات کر رہے ہوں، اگر کوئی طالب علم آجاتا تھا تو وہ فوراً اس سے ملاقات کرتے تھے اور بڑے اطمینان اور خوش دلی سے اس کے آنے کی غرض سنکر، اس کا انتظام کر دیتے تھے، وہ طلبا سے عموماً تخلیہ میں ملاقات کرتے تھے تاکہ طلبا آزادی و بے تکلفی سے اپنی ضرورتیں بیان کر سکیں،...... جب وہ صبح سے دوپہر تک کام کر کے زنانہ مکان میں کھانا کھانے یا کچھ دیر آرام کرنے کی غرض سے جانا چاہتے تھے تو برآمدہ میں آکر چاروں طرف خوب غور سے دیکھ لیا کرتے تھے کہ کوئی طالب علم تو نہیں آرہا ہے، اگر کسی کو آتا دیکھتے تو فوراً رک جاتے تھے اور پھر اس طرح اطمینان

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

و سکون سے اس آنیوالے سے گفتگو کرتے تھے کہ گویا کسی کام کے لئے برآمد ہوئے ہیں" (ص ۸۳۳)

طلبا کی مذہبی اور اخلاقی اصلاح | نواب صاحب سکریٹری ہونے سے پہلے ایک مرتبہ حیدرآباد سے آکر تین برس تک طلبا کے بورڈنگ ہاؤس کے نگران اور منتظم بھی رہے تھے، اس زمانہ میں اور اس کے بعد سکریٹری شپ کے عہد میں ان کی توجہ بڑی سختی اور اہتمام کے ساتھ طلبا کی مذہبی اور اخلاقی اصلاح پر مرکوز رہی، نماز کا یہ اہتمام تھا کہ وقار حیات کے مصنف لکھتے ہیں: مولوی مشتاق حسین (نواب وقارالملک) کے زمانہ نگرانی میں نماز کے معاملہ میں طلبا پر بڑی سختی ہوتی تھی، ترک نماز ایک ایسا جرم تھا جس کو وہ کبھی معاف نہیں کرتے تھے، صاحبزادہ آفتاب احمد خاں جو اسی زمانہ میں اسکول کے طالب علم تھے ایک مضمون میں لکھتے ہیں:-

"جس انہماک اور محنت اور ہمدردی کے ساتھ نواب صاحب مرحوم بورڈنگ ہاؤس کا انتظام اس زمانہ میں کرتے تھے، وہ کبھی فراموش نہیں ہو سکتا، ڈائننگ ہال اور باورچی خانہ کی نگرانی وہ کرتے تھے۔ طلبا کی خواندگی کی دیکھ بھال وہ کرتے تھے، ان کے امتحانات کے نتائج میں دلچسپی وہ لیتے تھے۔ کھیلوں میں وہ شریک ہوتے تھے اور نماز کی پابندی کے لئے جو تنبیہ ان کے زمانہ میں ہوتی تھی وہ کبھی کبھی نہیں ہوئی۔"

علاوہ ازیں انہوں نے لڑکوں کو تاش کھیلنے شطرنج کھیلنے اور ڈھول طبلہ بجانے اور سوانگ رچانے وغیرہ کی ممانعت کردی تھی کہ ان سے کھیل کود یعنی تفریح اور ورزش کا فائدہ بھی نہیں ہوتا اور وقت ضائع ہوتا ہے۔ پھر انہوں نے صرف احکام ذریعہ بند کرنے پر اکتفا نہیں کیا۔ بلکہ پوشیدہ طور پر اس کی نگرانی بھی رکھتے تھے حد یہ ہے جیسا وقار حیات (ص ۸۲۶) میں ہے، چاندنی راتوں میں وہ ہمیشہ از فرق تا بقدم سفید پوش ہوتے اور اندھیری راتوں میں اس کے برعکس سیاہ پوش! مقصد یہ تھا کہ

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

وہ شب کی خاموشیوں میں بورڈنگ ہاؤس کا چکر لگائیں تو کوئی طالبِ علم ان کو دور سے دیکھ کر پہچان نہ سکے اور لڑکوں کو شرارت کرتے ہوئے عین موقع پر پہونچ کر پکڑ سکیں، اس سلسلہ میں وقارِ حیات کے مصنف نے متعدد دلچسپ واقعات نقل کئے ہیں۔ ان میں سے ایک واقعہ سن لیجئے، کہتے ہیں:

"ایک دفعہ ایک کمرے میں بیٹھے چند لڑکے خفیہ طور پر تاش کھیل رہے تھے۔ کھیلتے کھیلتے کسی زبان سے بے ساختہ نکلا۔ "کہیں سرگھٹا ملا (نواب صاحب) نہ آجائے" دفعتاً دروازہ کھلا اور مولوی مشتاق حسین صاحب پوری متانت اور سنجیدگی سے یہ کہتے ہوئے اندر داخل ہوئے۔ السلام علیکم! بندہ حاضر ہے۔"

ڈسپلن | اس محبت و شفقت اور ان کی اخلاقی اور مذہبی نگرانی میں مستعد رہنے کے ساتھ وہ نظم و ضبط اور قاعدہ و قانون کی پابندی کے معاملہ میں بھی سخت گیر اور متشدد تھے اور لڑکوں کی اسٹرائک یا ہنگامہ آرائی کی پروا نہیں کرتے تھے، نواب محسن الملک کے زمانہ میں جو طلبا نے جو اسٹرائک کی تھی اور اس کی تحقیقات کے لیے جو ایک کمیشن مقرر ہوا تھا نواب وقار الملک بھی اس کے ایک ممبر تھے۔ آپ نے کمیشن کی ایک عام رپورٹ کے علاوہ الگ ایک نوٹ بھی لکھا تھا، اس میں آپ نے تحریر فرمایا:-

"اس قسم کے حالات کے لحاظ سے میں صرف یہ کہہ سکتا ہوں کہ ہم کو اپنا انتظام کافی احتیاط اور غور کے ساتھ منصفانہ اور صحیح اصولوں پر قائم کرنا چاہیے، اور ہر ایک نقصان کو برداشت کرنے کے واسطے، جو ڈسپلن قائم رکھنے کی غرض سے عائد ہو ہم کو تیار رہنا چاہیے، عام ازین کہ طلبا کی طرف سے ایسی کوئی دھمکی ہو، یا اسٹاف کی طرف سے۔ میں انتظام کو ضعیف اور کمزور دیکھنے کے بجائے کالج اور بورڈنگ ہاؤس کے کمروں کا خالی دیکھنا مناسب سمجھتا ہوں۔"

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

یہ نواب محسن الملک کے سکریٹری شپ کے زمانہ کی بات تھی، اس کے بعد جب نواب وقار الملک سکریٹری ہوئے تو ان کے زمانہ میں بھی متعدد مرتبہ ٹرسیٹوں کے بعض فیصلوں پر طلبا نے اظہار ناراضگی اور احتجاج کیا۔ لیکن نواب صاحب ٹرسٹیوں کے فیصلہ پر قائم رہے اور طلبا سے انھوں نے صاف کہا کہ ٹرسٹیوں کا فیصلہ حق اور انصاف پر مبنی ہے۔ طلبہ کو معلوم ہونا چاہیئے کہ ان کی خوشی یا ناخوشی کے خیال سے اس فیصلہ میں کوئی تبدیلی نہیں کی جاسکتی، ان معاملات میں طلبا کا دخل دینا اپنے حدود سے تجاوز کرنا ہے:

ڈسپلن کے معاملہ میں اس درجہ سخت گیر اور متشدد ہونے کے باعث بعض اوقات طلباء میں بددلی اور بیزاری پیدا ہوتی تھی لیکن چونکہ نواب صاحب طلباء کے ساتھ محبت اور شفقت کا برتاؤ دل وجان سے کرتے تھے۔ ان کا کیرکٹر بے داغ تھا اور ان کی امانت و دیانت پر سب کو اعتماد کلی تھا اس بنا پر وقتی اور ہنگامی بددلی اور بیزاری کے باوجود سب طلبا ان سے بڑی محبت اور دل سے ادب واحترام کرتے تھے، چنانچہ جب انھوں نے اپنی ذاتی مجبوریوں کے باعث سکریٹری شپ سے استعفا دیا تو طلبا بے حد مضطرب اور غمگین ہوئے اور انہوں نے یونین کلب کے راسپود حامد ہال میں جمع ہوکر ان کی خدمت میں اڈریس پیش کیا اور نہایت پُر اثر پر درد الفاظ میں التجا کی کہ وہ ان سے جدا نہ ہوں: "وقار حیات" کے مصنف لکھتے ہیں:" نواب صاحب اس کارروائی سے بے حد متاثر ہوئے۔ طلبا کو محبت آمیز جواب دیا۔ اپنی مجبوریاں بیان کیں اور بیش قیمت نصیحتیں کیں اور طلبا کے دل کو مسخر کرکے رخصت ہوگئے،

نواب صاحب کے عہد کی اصلاحات | نواب صاحب کا سکریٹری شپ کا زمانہ اگرچہ کچھ زیادہ طویل نہیں۔ یعنی کل چار برس اور چند ماہ ہے۔ لیکن اس اعتبار سے بہت اہم اور شاندار ہے کہ بعض اندرونی اور بیرونی اسباب کے باعث کالج کو جو گھن لگ گیا تھا اور جس نے اندر ہی اندر خاموش طریقہ پر کالج کے اصل مقصد کی بنیاد کو کھوکھلا کرنا شروع کردیا تھا۔ اس سے کالج کو نجات ملی۔ اور اس طرح اسے نئی زندگی اور نئی توانائی نصیب ہوئی۔ اس سلسلہ میں

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

سب سے اہم مسئلہ یورپین اسٹاف کا تھا۔ اس اسٹاف سے کالج کو تعلیمی اعتبار سے خصوصاً اور بعض دوسرے اعتبارات سے عموماً جو فوائد پہونچے نواب صاحب اُن کے معترف اور مداح تھے۔ لیکن رفتہ رفتہ پرنسپل اور اس کے ساتھ دوسرے یورپین اساتذہ نے مطلق العنانی کی جو پالیسی اختیار کر رکھی تھی اور جس کے باعث کالج کا سکریٹری بے دست و پا ہو کر رہ گیا تھا نواب صاحب اس کے شدید مخالف تھے۔ چنانچہ نواب محسن الملک سے اُن کے اختلاف کی بڑی وجہ پرنسپل اور اسٹاف کے ساتھ نرمی اور اغماض کا برتاؤ ہی تھا۔ چنانچہ نواب صاحب کے تقرر کے کچھ دنوں بعد ہی نواب صاحب اور پرنسپل میں سکریٹری اور پرنسپل کے اختیارات کے معاملہ میں سخت اختلاف شروع ہو گیا اور آخر نتیجہ یہ ہوا کہ پرنسپل اور اس کے ساتھ یورپین اسٹاف سب نے استعفا دے دیا۔ لیفٹیننٹ گورنر ان لوگوں کا پشت پناہ تھا لیکن نواب صاحب کو ہندوستان کے سب مسلمانوں کی تائید حاصل تھی۔ جب نواب صاحب اور پرنسپل کے اختلافات اور لیفٹیننٹ گورنر کی موخرالذکر کی حمایت کی خبر ملک میں عام ہوئی تو مسلمانوں میں آگ لگ گئی۔ شہر شہر بڑے بڑے عظیم جلسے ہوئے۔ اخبارات میں نہایت زوردار مضامین لکھے گئے۔ سر آغا خاں، سید امیر علی۔ نواب صاحب ڈھاکہ اور اور میجر سید حسین بلگرامی ایسے نامور اور معزز مسلمانوں نے حکومت اور نواب وقار الملک کے نام ٹیلیگرام بھیجے۔ لندن میں جو مسلمان آباد تھے انھوں نے بھی تین جلسے کئے۔ ان سب کا حاصل نواب صاحب کے موقف کی زبردست حمایت و تائید اور اس معاملہ میں ان کے ساتھ مکمل اشتراک و تعاون کی یقین دہانی تھی۔ اس وقت پورے ملک میں مسلمانوں میں جو ایجی ٹیشن برپا تھا! اس کی کیا نوعیت اور اس کا کیا مقصد تھا؟ اس کا اندازہ اس زمانہ کے ایک نہایت مشہور اور باثر اخبار "کشف الاخبار" بمبئی کے ایک مضمون کے حسب ذیل اقتباس سے ہو سکتا ہے۔ یہ اخبار اپنی اشاعت مورخہ ۲۰ جولائی ۱۹۰۹ء میں لکھتا ہے:

"علی گڑھ کالج میں اسٹاف اور ٹرسٹیوں کے درمیان جو ناگوار اختلاف پیدا

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ہوا ہے وہ اگر جلدی سے فیصل نہ ہو گیا تو اس کا نتیجہ نہایت ہی برا ہو گا۔ اصل بات یہ ہے کہ موجودہ سکریٹری نواب مشتاق حسین صاحب، نواب محسن الملک کی طرح سے خوشامدی اور چاپلوس نہیں ہیں، وہ اسٹاف کی اطاعت پسند نہیں کرتے اور اس بارے میں ہم انہیں ہرگز ہرگز موردِ الزام نہیں ٹھہرا سکتے، بات یہ ہے کہ یورپین اسٹاف کا دماغ نواب محسن الملک کی خوشامدوں سے آسمان پر پہنچ گیا تھا۔ اب مسلمانوں میں خودداری کا مادہ پیدا ہو گیا ہے اور وہ اس بات کو ہرگز ہرگز گوارا نہیں کر سکتے کہ ہمارے نوکر ہم پر حکمرانی کریں۔ کالج مسلمانوں کا کالج ہے اور وہ جس طرح چاہیں اس کا کاروبار چلائیں۔"

"امرتسر کے مشہور اخبار وکیل" نے ۱۴۔ جولائی کی اشاعت میں "قومی جہاز خطرہ میں" کے عنوان سے ایک ولولہ انگیز مضمون سپردِ قلم کیا۔ اور اس میں لکھا:۔

۳۰۔ جولائی ۱۹۰۹ء کو (جب کہ ٹرسٹیوں کی لیفٹیننٹ گورنر کے ایما پر ایک اسپیشل میٹنگ ہونے والی تھی) مسلمانوں کی قسمت کے فیصلہ کا دن قرار پایا ہے، جو بالکل سر پر آگیا ہے۔ اگر مسلمانوں میں زندہ رہنے کی خواہش ہے۔ اگر ان میں غیرت و حمیت ہے، اگر وہ یہ چاہتے ہیں کہ ہندوستان میں ان کی قومیت کے رہے سہے نشانات گورنمنٹ انگلشیہ کے زیر سایہ محفوظ رہیں تو ان کو چاہیے کہ اس موقع کو ہاتھ سے نہ دیں اور "حسبنا اللہ و نعم الوکیل" کہہ کر کھڑے ہو جائیں۔"

اس کے بعد اخبار مذکور نے مشورہ دیا ہے کہ تمام مسلمانانِ ہند جا بجا جلسے کر کے اپنے مسلمہ لیڈر نواب وقار الملک پر کامل اعتماد ظاہر کریں اور ان کی شاندار قومی خدمات کا اعتراف کریں، اسی طرح سر آغا خان اور سید امیر علی وغیرہ نے جو تار دیئے تھے اس میں انھوں نے صاف لکھا: ہم پُر زور تائید کرتے ہیں، اس کارروائی کی جو وقار الملک کالج کی آزادی قائم رکھنے کے لئے کر رہے ہیں۔ ہم کو ان پر پورا اعتماد ہے۔"

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

غرض کہ اس طرح کے سینکڑوں خطوط اور تار نواب وقار ملک کو ہندوستان کے گوشہ گوشہ سے موصول ہوئے، اور سر آغا خاں اور سید امیر علی نے براہ راست لیفٹنٹ گورنر کو بھی مفصل خط لکھا جس میں آنریری سکریٹری (نواب وقارالملک) کے اوصاف وکمالات بیان کرنے کے بعد یہ بھی صاف صاف لکھدیا تھا کہ کالج تمام تر آنریری سکریٹری اور ٹرسٹیوں کے ہاتھ میں رہنا چاہیئے۔

مسلمانانِ ہند نے اس موقع پر علی گڑھ کالج کے ساتھ اپنی غیر معمولی محبت کا جس جوش وخروش اور ولولہ وعزم کے ساتھ مظاہرہ کیا اس کا اثر یہ ہوا کہ اگرچہ شروع میں لیفٹیننٹ گورنر کا رویہ پرنسپل اور اسٹاف کے حق میں نہایت سخت اور غیر مصالحانہ تھا۔ لیکن مسلمانوں کے اس عام احتجاج اور مطالبات کے سامنے سر تسلیم خم کرنے کے سوا کوئی چارہ کار باقی نہ رہا " آخر پرنسپل اور اس کے ساتھ اسٹاف کے بعض لوگوں کا استعفا منظور کرلیا گیا۔ اگرچہ پرنسپل نے اپنا استعفا واپس لینے کی خواہش تحریراً کی بھی تھی!

وقار حیات کے فاضل مصنف نے اس پورے ہنگامے کی روداد نہایت مبسوط ومفصل دستاویزات وکاغذات کی روشنی میں قلمبند کی ہے جو پڑھنے کے لائق ہے۔ اس نہایت شدید اور انقلاب انگیز بحران میں نواب صاحب نے جو رول ادا کیا ہے، وہ ان کی لیاقت وقابلیت۔ غیر معمولی فہم وتدبر، معاملہ فہمی اور ذہانت اور حیرت انگیز عزم وہمت کا عجیب وغریب شاہکار ہے۔ اور کوئی شبہ نہیں کہ اگر سید کا نام کالج کے بانی کی حیثیت سے تاریخ میں ہمیشہ یادگار رہنے کا مستحق ہے تو نواب وقار الملک کا نام نامی اور اسم گرامی اس کالج کو اس کے اساسی مقاصد کے مطابق نہایت مستحکم اور غیر متزلزل بنیادوں پر قائم کرنے کے لیئے مسلمانانِ ہند کی تعلیم کی تاریخ میں ہمیشہ روشن اور تابناک رہنے کا حقدار ہے۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

جس پوری سرگزشت اور روئداد کو پڑھ کر یہ عبرت بھی ہوتی ہے کہ اللہ اکبر! ایک وہ زمانہ تھا جب کہ ملک میں انگریزوں کی آمرانہ حکومت قائم تھی مسلمان غلام تھے اور ۱۸۵۷ء میں شکست فاش نے ان کے حوصلے پست کر دیئے تھے۔ لیکن اس کے باوجود ان پر کے دم خم یہ تھے کہ جب انہوں نے اپنے محبوب علی گڑھ کالج پر آنچ آتے دیکھی تو تلملا اُٹھے اور کالج کے سکریٹری اور اس کے ٹرسٹیوں کی مدد کے لیے ایک ہوگئے۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ گورنمنٹ کو شکست ہوئی اور کالج کا سفینہ اس گرداب بلا سے صحیح سلامت نکل آیا۔ لیکن اس کے برعکس آج ملک آزاد ہے مسلمان بھی آزاد ہیں اور ملک میں ایک جمہوری اور سیکولر حکومت قائم ہے۔ لیکن اس کے باوجود کم ہمتی، ڈر اور خوف اور مصلحت پسندی کا یہ عالم ہے کہ حکومت کی طرف سے یونیورسٹی کے حق میں اچھا برا جو فیصلہ اور جو حکم بھی آئے بہرحال وہ یونیورسٹی کے ارباب اختیار عمائد کے لئے بسر و چشم تسلیم کر لینے کا مستحق ہے، اور کسی میں اس کے خلاف بیزاری کے اظہار کی جرأت نہیں ہے۔ فَاعْتَبِرُوا يَا أُولِي الْأَبْصَارِ

ندوۃ المصنفین دہلی

یہ عظیم الشان ادارہ جو ۱۹۳۸ء (۲۹ سال) سے خاموشی کے ساتھ ملک و ملت کی خدمت انجام دے رہا ہے جس کے وسائل نہایت محدود ہیں اس کے ضروری مصارف اس کے معاونین کے مخلصانہ اشتراک و تعاون اور کتابوں کی عام فروخت سے پورے کئے جاتے ہیں۔ سنجیدہ علمی لٹریچر کی فروخت کا دائرہ محدود اور مختصر ہوتا ہے۔ صاحب علم و ذوق حضرات سے گزارش ہے کہ حسب ذیل طریق پر ادارہ کے ساتھ تعاون فرمائیں۔

(۱) ممبران ندوۃ المصنفین یہ ادارہ کے زیادہ سے زیادہ ممبر بنانے کی کوشش فرمائیں۔

(۲) رسالہ برہان جو ادارہ کا ترجمان ہے موجودہ گرانی اور مصارف کی زیادتی کے باعث اپنا خرچ نہیں چلا رہا اس کی توسیع کی طرف توجہ فرمائیں اسکی مدد (۳) اسکی ... بیں خریدار اور دوسروں کو ترغیب دے کر اعانت فرمائیے (۴) ادارہ کے قواعد ضوابط کی اور فہرست کتب مفت طلب فرمائیے۔ (۵) آرڈر ارسال کرتے وقت اپنا پتہ خوشخط اور ... ریلوے اسٹیشن کا نام صاف انگریزی میں تحریر فرمائیے اور آرڈر کے ہمراہ کچھ رقم پیشگی ضرور ارسال فرمائیے۔

منیجر ندوۃ المصنفین۔ جامع مسجد اردو بازار دہلی ۶

© rasailojaraid.com